International Journal of Islamic Studies & Culture *ISSN-2709-3905*
https://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/index *PISSN2709-3891*
(Volume.4, Issue.4 (2024)
(October-December)

The Importance of Character in Effective Preaching: A Research Review

دعوت دین کے موثر اسلوب میں کردار کی اہمیت: ایک تحقیقی جائزہ

Dr. Wajahat Khan
Lecturer, Islamic Studies, University of Kotli, Azad Jammu and Kashmir (AJ&K)
Email: wajahat_iiui@yahoo.com
Dr. Muhammad Tahir
Lecturer, Islamic Studies, Department of Dawah and Islamic Culture,
International Islamic University Islamabad (IIUI)
Email: mtahir.jan@iiu.edu.pk

Abstract

This study explores the critical role of good character in Islamic preaching (*Da'wah*) and its significance in effectively conveying the message of Islam to diverse audiences. It emphasizes that the ethical and moral principles embodied by preachers are pivotal to the success of *Da'wah*, as these principles serve to build trust, foster understanding, and create an environment conducive to meaningful dialogue. Central to this exploration is the exemplary behavior of Prophet Muhammad ﷺ, whose life and conduct provide a timeless model for effective communication and moral leadership in the realm of Islamic preaching. Through content analysis of primary Islamic sources, including the Qur'an and Hadith, as well as secondary literature, the research identifies key ethical attributes such as patience, compassion, sincerity, and humility that are essential for preachers to embody. These qualities not only enhance the credibility of the message but also ensure that the preacher's actions align with the teachings of Islam, thus reinforcing the authenticity and appeal of the *Da'wah* effort. Additionally, the research underscores the importance of moral conduct in modern *Da'wah*, particularly in an era where global interconnectedness and digital communication have amplified the reach of Islamic messages. Ultimately, this study reinforces the notion that character is not merely an auxiliary component of Islamic preaching but a foundational element that underpins its effectiveness. By aligning their behavior with Islamic ethics, preachers can embody the principles they advocate, thus ensuring that their efforts resonate deeply with their audience and contribute to the broader goal of spreading the message of Islam in a compassionate and impactful manner.

Keywords: Islamic preaching, Da'wah, Ethics, Character, Prophet Muhammad, Communication, Moral Conduct.

تعارف:

دعوت الی اللہ کا مطلب لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے، اور یہ ایک اہم دینی فریضہ ہے جو رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد امتِ مسلمہ پر عائد کیا گیا۔ اس فریضے کی ادائیگی کے کئی طریقے ہیں، جو حالات اور مواقع کے مطابق اپنائے جاتے ہیں۔ کبھی داعی انفرادی طور پر دعوت دیتا ہے اور کبھی اجتماعی طور پر۔ وہ یہ پیغام اعلانیہ یا خفیہ طریقے سے پہنچاتا ہے اور ترغیب وترہیب کے مختلف ذرائع استعمال کرتا ہے، تاکہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کی طرف رجوع کا شوق پیدا ہو۔ اس سلسلے میں وہ لوگوں کو کائنات اور خود انسان کے اندر موجود

نشانیوں پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، تاکہ وہ اللہ کی قدرت کو پہچان سکیں اور اس کی عظمت کے قائل ہوں۔ دعوت کا ایک اہم اور مؤثر طریقہ داعی کا اپنا کردار ہے، جو خود ایک خاموش پیغام بن کر دوسروں کو اللہ کی طرف راغب کرتا ہے۔

کردار کی دعوت

کردار کی دعوت کا مطلب یہ ہے کہ ایک داعی خود ان تمام شرعی اعمال کو بجالا رہا ہو جن کی طرف وہ مدعو کو بلاتا ہے۔ اس کا طرزِ عمل اس کی دعوت کا عملی پیغام ہو، اور اس کی زندگی اس کے پیغام کی سچائی کی گواہی دے۔ اللہ تعالیٰ نے داعی کے پاکیزہ کردار کو دعوتِ دین کا ایک طاقتور وسیلہ بنایا ہے، جو اپنے عمل کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر ڈال کر انہیں حق کے راستے کی طرف راغب کرتا ہے۔ اچھے کردار کے حامل داعی کے متعلق ڈاکٹر اسماعیل علی محمد کا کہنا ہے کہ ایسا داعی اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے، لوگ اس کے اخلاق اور عمل سے متاثر ہوتے ہیں، اور اس کی دعوت کی قبولیت کے امکانات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ اس کی استقامت اور کردار کی مضبوطی کے باعث بعض اوقات لوگ، اصحابِ اخدود کے واقعہ میں موجود نیک شخص کے پیروکاروں کی طرح، اس کی راہ پر چلنے لگتے ہیں۔ اچھے کردار کا حامل شخص اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اپنے جیسے باکردار افراد تیار کرے۔[i]

اچھے کردار کے تقاضے

اچھے کردار کے لوازمات میں شامل ہے کہ ایک شخص اخلاقِ حسنہ کا مالک ہو اور اس کے قول و فعل میں تضاد کے بجائے مکمل ہم آہنگی ہو۔ اگر کسی داعی میں یہ دونوں صفات نہ ہوں، تو اس کی بات کا دوسروں پر کوئی اثر نہیں ہوگا، بلکہ اس کا طرزِ عمل لوگوں کو خاموشی سے اسلام سے دور کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ارادے، قول، اور عمل میں سچائی اختیار کرے۔ مشکلات کے وقت صبر اور برداشت سے کام لے، دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی کا طالب ہو، اور لوگوں کی غلطیوں اور حماقتوں کو عفو و درگزر سے نظرانداز کرے۔ اس کی طبیعت میں نرمی اور رویے میں تواضع و انکساری ہو۔ وہ لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہو، تاکہ وہ ان کے دلوں میں اپنا مقام پیدا کرے اور انہیں اسلام کی حقانیت کی طرف مائل کر سکے۔[ii]

اچھے کردار کی اہمیت اور اثرات

عملی دعوت اور کردار کی تاثیر گفتگو اور وعظ و نصیحت سے کہیں زیادہ گہری اور دیرپا ہوتی ہے۔ کردار کی دعوت ہر طبقے کے لوگوں پر یکساں اثر ڈالتی ہے، چاہے وہ پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ۔ گفتگو کے دوران مختلف ردعمل سامنے آتے ہیں: کچھ لوگ دھیان سے سنتے ہیں، کچھ بے دھیانی سے، اور کچھ لکھ بھی لیتے ہیں۔ تاہم، بعض افراد گفتگو کو مکمل طور پر سمجھ نہیں پاتے یا اس کے معنی غلط اخذ کر لیتے ہیں۔ اس کے برعکس، اچھے کردار کا اثر واضح اور غیر مبہم ہوتا ہے، جو ہر شخص پر یکساں طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ حضرت اُم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یوم عرفہ کے دن نبی کریم ﷺ کے روزے کے بارے میں اختلاف ہوا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ روزے سے ہیں، جبکہ دوسروں نے کہا کہ نہیں۔ حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا نے دودھ کا پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، تو آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر وقوف کے دوران اسے نوش فرمایا۔[iii] یہ روایت واضح کرتی ہے کہ عمل اور کردار، وضاحت اور رہنمائی کے لیے سب سے مؤثر طریقہ ہیں۔

اچھے کردار کے حامل شخص کو لوگ محبت اور احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور یہ محبت دلوں پر گہرے اثرات چھوڑتی ہے۔ ایسے داعی کی باتیں بغیر کسی بحث و تکرار کے قبول کی جاتی ہیں، کیونکہ ان کے الفاظ نہ صرف سننے والوں کو قائل کرتے ہیں بلکہ ان کے دلوں میں عمل کا جذبہ بھی پیدا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالکریم بکار کے مطابق، صحابہ کرام، امت کے دیگر صالحین اور نیک تاجروں نے اپنے عملی نمونے کے ذریعے دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا اور مدعوین کے دل و دماغ پر دیرپا اثرات مرتب کیے۔ ان کے پاس نہ جدید ذرائع ابلاغ تھے اور نہ فلسفہ و منطق کے پیچیدہ حربے، لیکن ان کے کردار کی طاقت اور عمل کی صداقت نے لوگوں کے دلوں کو فتح کر کے انہیں حق کی طرف مائل کر دیا۔[iv]

دعوت کے دوران ایک داعی کا سچا کردار اس کے دلی جذبات کی حقیقی ترجمانی کرتا ہے، جو محض خطبوں اور لیکچرز کے مقابلے میں کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ ایسا داعی اپنی شخصیت کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں تحرک اور جوش پیدا کرتا ہے اور انہیں عمل کے لیے آمادہ کر لیتا ہے۔ مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ باکردار داعیانِ اسلام کی

اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انقلاب باکردار شخصیات کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں۔صاحبِ یقین شخص کے اندر مقناطیسی اور برقی قوت ہوتی ہے جو سینکڑوں اور ہزاروں افراد کو متاثر کرتی ہے۔ محض خطابات اور تصانیف سے زمانے میں معمولی تبدیلی بھی رونما نہیں ہو سکتی۔اس دور میں کردار کی دردمندی اور اندرونی سوز کی ضرورت ہے، جو اندر سے اعصاب کو جلا کر پگھلا رہی ہو۔یہ لاوا پھوٹ کر آتش فشاں کی صورت اختیار کر رہا ہو اور اس کی تپش ہزاروں دلوں کو گرما رہی ہو۔[v]

انسان جو بات سنتا ہے، اسے بھول جانے کا امکان رہتا ہے، چاہے وہ بات کتنی ہی اہم کیوں نہ ہو۔اس کے برعکس، عملی مثال دل و دماغ پر ایسا گہرا نقش چھوڑتی ہے جو طویل مدت یا پوری زندگی یاد رہتا ہے۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے، جن میں ایک عورت بھی تھی۔اس کا پستان دودھ سے بھرا ہوا تھا، اور وہ بے چینی سے دوڑ رہی تھی۔اچانک، اس نے قیدیوں میں ایک بچے کو دیکھا، فوراً اسے گود میں اٹھایا، اپنے سینے سے لگایا، اور دودھ پلانے لگی۔اس منظر کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " کیا تمہیں لگتا ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟"ہم نے عرض کیا: " نہیں، جب تک اسے قدرت ہو گی، وہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالے گی۔" اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنا یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہو سکتی ہے۔"[vi] یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ جو لوگ صرف نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سنتے ہیں، وہ وقت کے ساتھ اسے بھول سکتے ہیں، لیکن جنہوں نے اس عورت کے عمل کو دیکھا اور نبی کریم ﷺ کے الفاظ کو سنا، وہ اس منظر کو کبھی فراموش نہیں کریں گے۔یہی وجہ ہے کہ عمل کی اثر پذیری الفاظ سے کہیں زیادہ مضبوط اور دیرپا ہوتی ہے۔

جب انسان کوئی بات سنتا ہے، چاہے وہ اس سے متاثر بھی ہو، وہ اکثر اسے عملی طور پر انجام دینے کو مشکل سمجھتا ہے۔لوگ اس معاملے میں سستی، قناعت پسندی، اور بے اعتمادی کا شکار رہتے ہیں۔لیکن جب وہ کسی کو صبر، شجاعت، تقویٰ، اور مجاہدۂ نفس کی مثال قائم کرتے دیکھتا ہے، تو اسے یقین ہونے لگتا ہے کہ یہ محض سننے سنانے کی باتیں نہیں ہیں۔اگر کوئی اور، جو اس کی مانند انسان ہے، یہ کام کر سکتا ہے، تو وہ بھی اسے انجام دے سکتا ہے۔ایسا کردار نہ صرف انسان کو گہرے طور پر متاثر کرتا ہے بلکہ اسے عمل کے لیے تیار بھی کر دیتا ہے اور اس میں وہی صفات اپنانے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔[vii]

اہلِ حق کو ہمیشہ مخالفت، بے جا الزامات، اور شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ان کی راہ میں مشکلات کھڑی کی جاتی ہیں تاکہ ان کے عزم کو متزلزل کیا جا سکے، لیکن جو شخص پاکیزہ کردار کے ساتھ اپنے مشن کو خلوص اور استقامت سے جاری رکھتا ہے، وہ تمام مخالفتوں کے باوجود ثابت قدم رہتا ہے۔اس کا جیتا جاگتا کردار ہی ان الزامات کی خود تردید بن جاتا ہے، اور وہ اپنے عمل کے ذریعے اپنی سچائی کو ظاہر کر دیتا ہے۔اس کے پاکیزہ کردار کی روشنی اتنی واضح ہوتی ہے کہ لوگوں کو اس کی صداقت پر یقین آ جاتا ہے، اور وہ اپنے موقف کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے کسی اضافی دلیل یا وضاحت کا محتاج نہیں رہتا۔ایسے افراد کا کردار نہ صرف ان کے مشن کو تقویت بخشتا ہے بلکہ دوسروں کے دلوں میں بھی حق کو قبول کرنے کی ترغیب پیدا کرتا ہے۔[viii]

قرآن حکیم میں اچھے کردار کی اہمیت

قرآنِ حکیم کردار کی تعمیر کے لیے انبیاء کرام، صالحین، رسول اکرم ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی زندگیوں کو ہمارے لیے نمونہ پیش کرتا ہے۔اس کے ساتھ ہی قرآن مومنین کو یہ یاد دہانی بھی کراتا ہے کہ علم اور عمل کا توازن ضروری ہے اور صرف قول کے بجائے عمل کے ذریعے اپنے کردار کو سنوارنا اہم ہے۔ذیل میں قرآن حکیم کے اسلوب اور تعلیمات کی روشنی میں کردار سازی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

1. قرآنِ حکیم نے انبیاء کرام کی شخصیات کو ہمارے لیے عملی نمونہ قرار دیا ہے اور تاکید کی ہے کہ ہم اپنی زندگی کو ان کے اسوہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ﴾[ix]
2. اسی طرح قرآنِ حکیم نے انبیاء کرام کے بعض پیروکاروں کا بھی ذکر کیا ہے جو صدقِ دل سے ان کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے، تاکہ ہم ان کی سیرت و کردار کو اپنے لیے نمونہ بنا سکیں۔سورہ یٰسین اور سورہ کہف میں ایسے صالحین کا ذکر موجود ہے جو حق پر ثابت قدم رہے۔

3. قرآنِ حکیم نے رسول کریم ﷺ کی زندگی کو مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا اور مومنین کو تاکید کی کہ وہ اپنی زندگی کو اس مثالی کردار کے مطابق گزاریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ [x]

4. قرآنِ مجید نے پچھلے انبیاء کے پاکباز کرداروں کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے ان پاکباز رفقاء کا بھی ذکر کیا جو راہِ حق میں استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ مثال کے طور پر مہاجرین اور انصار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (٨) وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [xi]

5. قرآنِ حکیم نے مسلمانوں کو علم کے ساتھ کردار کی پاکیزگی کی خصوصی تاکید کی ہے اور ان لوگوں کی سخت ملامت کی ہے جو دوسروں کو نصیحت تو کرتے ہیں لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ ارشادِ ربانی ہے:۔ ﴿أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (٢) كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [xii]

اچھا کردار: سیرتِ طیبہ ﷺ کے آئینے میں

نبی کریم ﷺ اخلاق و کردار کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز تھے۔ جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے آپ کے پاکیزہ کردار کی بنیاد پر آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔ نبوت کے ابتدائی دنوں میں جب آپ ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے نہایت شفقت سے آپ کی دلجوئی کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا، کیونکہ آپ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ، جو آپ کے قریبی رشتہ دار تھے، آپ کے حالات اور اخلاق سے بخوبی واقف تھے اور انہوں نے بھی آپ کے بلند اخلاق و کردار کی گواہی دی۔ اسی طرح، جب حضرت عائشہؓ سے کسی نے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: **"کان خلقه القرآن"** آپ کا اخلاق قرآن تھا۔ یعنی آپ ﷺ اخلاق قرآن کی عملی تفسیر تھے۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی بہترین تربیت اس انداز میں فرمائی کہ جن اعمال اور اخلاق کی تعلیم دی، ان کی عملی مثال خود اپنی ذات میں پیش کی۔ جب آپ نے نماز کا حکم دیا تو خود نہ صرف فرض نمازوں بلکہ نوافل کا بھی باقاعدہ اہتمام فرمایا۔ رات کو اس قدر خشوع و خضوع سے قیام کرتے کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا۔ زکوٰۃ و خیرات کا حکم دیا تو جو کچھ بھی آپ کے پاس آتا، اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ رمضان کے روزے تو عام مسلمانوں پر فرض تھے، لیکن آپ ﷺ فرض روزوں کے ساتھ ساتھ پیر اور جمعرات کے نفلی روزے رکھتے، ہر مہینے ایامِ بیض کے روزے رکھتے، شوال کے چھ روزوں کا اہتمام فرماتے، بعض اوقات، دو تین دن بیچ میں کھائے پیے بغیر متصل روزہ رکھتے۔ جب آپ نے زہد و قناعت کی تعلیم دی تو اپنی پوری زندگی فقر و فاقہ میں گزاری۔ آپ ﷺ نے کبھی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ [xiii]

جب آپ نے اسلام کی دعوت دی تو کفار کی شدید مخالفتوں اور اذیتوں کے باوجود راہِ حق پر آپ کا قدم کبھی متزلزل نہ ہوا۔ شجاعت اور دلیری میں بھی آپ اپنی امت کے لیے ایک مثالی نمونہ تھے۔ غزوۂ احد میں جب کفار کے اچانک حملے کی وجہ سے مسلمانوں کے قدم ڈگمگا گئے، آپ ﷺ تن تنہا ثابت قدم رہے اور دشمن کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے۔ عفو و درگزر کی تعلیمات دیں تو اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ بھی عظیم اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ اس کی بہترین مثال فتح مکہ کے موقع پر دیکھنے کو ملی، جب آپ نے اپنے تمام دشمنوں کو معاف کر دیا اور فرمایا" **لاتثریب علیکم الیوم**: "آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ یہ آپ ﷺ کی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کی روشن مثال ہے۔ [xiv]

آپ ﷺ نے اپنے متبعین کو پاکیزہ کردار کے حامل لوگوں کے واقعات سنائے تاکہ وہ ان سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کو ان کے مطابق ڈھال سکیں۔ مثلاً، آپ ﷺ نے ان تین افراد کا واقعہ بیان کیا جو سفر کے دوران ایک غار میں ٹھہرے اور غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ انہوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کی، جس کے نتیجے

میں انہیں نجات ملی۔[xv] اسی طرح اصحابِ اخدود کے ضمن میں آپ ﷺ نے ایک ایسے نیک شخص کا ذکر کیا جس نے استقامت کے ساتھ حق کی راہ میں مصائب برداشت کیے اور اپنے کردار کی پاکیزگی کے ذریعے بے شمار لوگوں کو راہِ حق پر لانے کا سبب بنا۔[xvi]

نبی کریم ﷺ نے اپنے متبعین کو صرف زبانی نصیحت سے نہیں بلکہ عملی مثال کے ذریعے بھی ترغیب دی۔ ایک اہم موقع صلح حدیبیہ کا ہے، جب مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا گیا، لیکن کوئی بھی عمل نہ کر سکا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صلح حدیبیہ کی شرائط کے پس پردہ حکمتوں سے بے خبر تھے اور عمرے سے دستبردار ہونے پر غم و افسوس کی کیفیت میں مبتلا تھے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے انہیں تین مرتبہ فرمایا کہ اٹھو اور اپنے جانور ذبح کرو، لیکن جذباتی کیفیت کی وجہ سے کوئی بھی عمل کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ! آپ خود باہر نکلیں، اپنے جانور ذبح کریں اور اپنے بال منڈوا لیں، اس پر لوگ آپ کی پیروی کریں گے۔" چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنے جانور ذبح کیا اور سر منڈوا لیا۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فوراً متحرک ہو گئے اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے اپنے جانور قربان کر دیے۔[xvii]

اسی طرح آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اسے پہنا، اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف رکھتے ہوئے، جس پر صحابہ نے بھی اسی طرح انگوٹھیاں بنوائیں۔ پھر ایک دن آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور انگوٹھی پھینک کر فرمایا: "اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔" آپ ﷺ کا یہ عمل دیکھ کر صحابہ نے بھی فوراً اپنی انگوٹھیاں اتار دیں۔[xviii] یہ تمام واقعات اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے عمل سے صحابہ کرام کی رہنمائی کی، اور صحابہ نے آپ کے ہر حکم کی فوری تعمیل کر کے اپنی اطاعت اور اتباع کا بہترین نمونہ پیش کیا۔

آپ ﷺ نے لوگوں کو اچھے اخلاق و کردار اپنانے کی تاکید فرمائی اور اس بات کو سخت ناپسند فرمایا کہ کوئی شخص دوسروں کو نیکی کی دعوت دے مگر خود اس پر عمل نہ کرے، یا لوگوں کو برائی سے روکے لیکن خود ان برائیوں میں مبتلا رہے۔ آپ ﷺ نے ایسے افراد کو دردناک عذاب کی وعید سنائی۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو جہنم میں ڈالا جائے گا، جہاں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ انہیں اس طرح گھمائے گا جیسے گدھا چکی گھماتا ہے۔ جہنمی لوگ اس سے پوچھیں گے: "کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے منع نہیں کرتے تھے؟" وہ جواب دے گا: "میں نیکی کا حکم دیتا تھا مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا مگر خود اس میں مبتلا رہتا تھا۔"[xix]

کردار سازی اور موجودہ معاشرہ

ہمارے معاشرے میں آج کل کردار کی دعوت ناپید ہوتی جا رہی ہے، اور افراد کے قول و فعل میں تضاد عام ہو گیا ہے۔ علما، واعظین، اور داعیان میں اچھے کردار اور باعمل لوگوں کی کمی دکھائی دے رہی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے جدید وسائل اور علوم میں مہارت کے باوجود دعوتی اثرات عوام پر کم مرتب ہو رہے ہیں۔ احمد جاوید صاحب لکھتے ہیں کہ تیس چالیس سال پہلے ہر گلی محلے میں دو چار باعمل افراد دکھائی دیتے تھے جو دین کے چلتے پھرتے مظہر تھے، لیکن اب یہ سلسلہ صرف قصبوں تک محدود ہو گیا ہے، اور شہروں میں بھی باعمل مسلمان شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ صورتحال ملک کی سطح پر پھیل جائے گی، اور ہم یہ سوچ کر خوش ہوں گے کہ دنیا میں کہیں نہ کہیں دو چار اللہ والے باکردار لوگ موجود ہیں۔[xx]

احیائے اسلام کا عمل خود کو بدلنے سے شروع ہوتا ہے، کیونکہ ہماری تبدیلی کے اثرات ہی دوسروں پر مرتب ہوتے ہیں۔ لیکن ہم خود کو بدلنے کے بجائے ہمیشہ دوسروں کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، اور یہی رویہ ہماری دینی تحریکات، مدارس اور خانقاہوں میں بے عملی اور بے برکتی کا سبب بن رہا ہے۔ اس کا واضح سبب یہ ہے کہ ہم دین کے ترجمان تو بن گئے ہیں، لیکن کردار اور عمل کے مظہر نہیں بن سکے۔ ہم اپنی زندگیوں میں عملی طور پر دین کو نافذ کرنے کے بجائے صرف اس کی تعلیم دینے تک محدود ہو گئے ہیں، جس کے باعث ہمارا دعوتی اثر کمزور ہو چکا ہے۔[xxi]

بدکرداری کے اسباب

بے عملی اور بے کرداری کے کئی اسباب تلاش کیے جا سکتے ہیں، جن میں سب سے بنیادی وجہ دینی تعلیمات سے ناواقفیت ہے۔ جب لوگ دین کی تعلیمات سے بے خبر ہوں تو ان میں کردار کی پاکیزگی پیدا کرنا ایک دشوار عمل بن جاتا ہے۔ دینی تعلیمات پر عمل انسان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور اخلاقِ حسنہ کو پروان چڑھاتا ہے۔ لیکن جب ان تعلیمات پر عمل ہی نہ ہو تو کردار سازی ممکن کیسے ہو گی؟ نماز کی مثال ہی لے لیں، جو اللہ تعالیٰ سے تعلق کا اہم ذریعہ ہے، لیکن آج ہمارے معاشرے کی اکثریت اس فریضے سے غافل ہے۔ اعمال میں اخلاص کی کمی بھی انسان کو کردار سازی اور اللہ تعالیٰ کے قرب سے محروم کر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ مادہ پرستی اور دنیاوی مفادات کردار کو داغ دار کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہمارے تعلیمی ادارے، جو افراد کی ذہنی و اخلاقی تربیت کے اہم مراکز ہیں، وہاں تعلیم کے ساتھ کردار سازی اور افراد سازی پر زور نہ ہونے کے باعث صورتحال مزید بگڑ رہی ہے۔ جب ان اداروں میں باکردار افراد ناپید ہوں گے تو وہ دوسروں کی کردار سازی کیسے کریں گے؟

مزید برآں، مذہبی جماعتوں کے افراد مسلکی تعصب اور گروہی تقسیم کے سبب اپنا اچھا کردار برقرار نہیں رکھ پاتے، جس سے ان کی دعوت اور اثر پذیری ختم ہو جاتی ہے۔ کردار کی پاکیزگی ایک مستقل اور محنت طلب عمل ہے، لیکن ہمارے اکثر لوگ سختی اور مشقت کے بجائے آسانی کی راہ تلاش کرتے ہیں۔ اس راہ میں ہوائے نفس اور شیطان جیسی رکاوٹیں بھی حائل ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دعوت دینے والے بہت سے افراد خود کردار کی اہمیت اور عظمت سے ناواقف ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنے عمل سے لوگوں کو متاثر کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

کردار کی پاکیزگی کے ناگزیر اقدامات

کردار کی پاکیزگی انسان نہ صرف انسان کی ذاتی زندگی کو سنوارتی ہے بلکہ دعوتِ دین کو بھی آسان اور مؤثر بناتی ہے۔ ایک باکردار انسان اپنی عملی زندگی سے دوسروں کے لیے ایک بہترین مثال بنتا ہے، اور اس کا کردار دوسروں کو متاثر کرنے کا سب سے طاقتور ذریعہ بن جاتا ہے۔ تاہم، موجودہ دور میں کردار سازی کا فقدان واضح طور پر نظر آ رہا ہے۔ اس کمی کو دور کرنے کے لیے درج ذیل عملی اقدامات ضروری ہیں:

1. سب سے پہلا قدم اللہ کے حضور سچے دل سے دعا کرنا ہے کہ وہ ہمیں کردار کی پاکیزگی جیسی عظیم نعمت عطا فرمائے اور اس راستے پر ثابت قدم رکھے۔
2. اسلامی تعلیمات کا گہرائی سے مطالعہ اور ان پر مخلصانہ عمل کردار سازی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ دین پر عمل ہی انسان کے اخلاق اور باطن کو سنوارتا ہے۔
3. نیک اور باکردار افراد کی صحبت اختیار کرنا انتہائی اہم ہے، کیونکہ اچھے لوگوں کی صحبت انسان کے کردار پر مثبت اثر ڈالتی ہے اور اچھائی کی رغبت پیدا کرتی ہے۔
4. تعلیمی اداروں میں ایسے اساتذہ کا تقرر ہونا چاہیے جو تعلیمی لحاظ سے ماہر اور کردار کے لحاظ سے نمونہ ہوں۔ مزید برآں، کردار سازی کو نصاب کا حصہ بنایا جائے اور اس کے لیے علحدہ نمبرات مقرر کیے جائیں تاکہ طلبہ اس کی اہمیت کو سمجھیں۔
5. ان شخصیات کی زندگیوں پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ کیا جائے جنہوں نے اپنے کردار اور عمل سے مثالی نمونے پیش کیے۔ ان کی جدوجہد سے سیکھ کر اپنے کردار کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔
6. دینی وعظ و نصیحت کے لیے ایسے واعظین کا انتخاب کیا جائے جو اپنے اخلاق و کردار سے دوسروں کے لیے مثال ہوں۔ ان کے کردار کا عملی نمونہ لوگوں پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔

حوالہ جات:

[i] علی محمد، اسماعیل، القدوہ واثرھا فی الدعوۃ الی اللہ تعالی(دار الکلیہ القاہرہ)، 57-65 ۔

[ii] زیدان، عبدالکریم، اصول دعوت ترجمہ از گل زارہ شیر پاؤ(راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور) 541-580 و 772-774 ۔

[iii] صحیح بخاری، حدیث: 1661۔

[iv] ڈاکٹر بکار، عبدالکریم، مقدمات للنھوض بالعمل الدعوی(دارالقلم، دمشق)118۔

[v] ندوی، ابوالحسن، پاجا سراغ زندگی، (طباعت: احمد برادرز پرنٹنگ پریس کراچی) 87۔

[vi] صحیح بخاری: حدیث5999، صحیح مسلم: حدیث:6978۔

[vii] المیدانی، عبدالرحمن حبنکته، الاخلاق الاسلامیه و اسسسها(دار القلم، دمشق)، 214و215۔

[viii] الدویش، احمد، الدعاۃ الصامتون(https://audio.islamweb.net)

[ix] الممتحنة:4

[x] الاحزاب : 21

[xi] الحشر: 7-9

[xii] الصف : 1-3

[xiii] ندوی، سید سلیمان، خطبات مدراس، ذیلدار پارک اچھرہ لاہور(سن اشاعت: 1995) 125-135۔

[xiv] ایضا 136-150۔

[xv] صحیح مسلم، حدیث: 6949۔

[xvi] صحیح مسلم، حدیث: 7511۔

[xvii] البخاری، حدیث: 2732,2731۔

[xviii] البخاری: 6651۔

[xix] صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر2982

[xx] جاوید احمد، اصلاحی باتیں(مکتبہ جمال اردو بازار لاہور)، 5۔

[xxi] ایضا، 6۔